

خان صاحب



جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

اس کتاب کا کوئی حصہ یا ہر اکراف ناشر یا مصنف کی اجازت کے بغیر نقل یا شپ کرنے کی اجازت نہیں۔
ماہوائے تبصرہ یا حوالے کے۔ جس کے ساتھ ناشر یا کتاب کا نام اور صفحہ نمبر تحریر کرنا ضروری ہے۔

اشاعت اول : 1994

قیمت : 100/- روپے

سورق اور تصویری خاکے : ظہور

تعداد : 1000

کمپوزنگ : احمد کراچی

15- رابرٹس روڈ، لاہور۔ فون: 320521

ناشر : رحمت شاہ آفریدی

فرنیچر پوسٹ مہیکیشنز

10- شاہراہ قاطع جناح، لاہور

فون: 6360551، 6361382-85

پرتر : میدان پرتر

10- شاہراہ قاطع جناح، لاہور

Author and the poetess. Khan the Khan

پیش لفظ

فنی خان بلاشبہ ہمارے عظیم شاعروں میں سے ایک ہیں۔ بنیادی طور پر ان کی وجہ شہرت شاعری ہی ہے، مگر ان کی ادبی زندگی کا ایک دوسرا پہلو ان کا نثر نگار ہونا بھی ہے۔ فنی خان کی ذات ایک ایسا پھپھا ہوا خزانہ ہے جسے کسی نے کبھی دھوونے کی کوشش ہی نہیں کی۔ ہم مستقبل میں اس خزانے کا بہت بڑا حصہ 'انشاء اللہ اپنے پڑھنے والوں کو دیں گے۔

فنی خان کا صحافت سے بھی تعلق رہا ہے۔ بہت روزہ 'پختون' میں 'گڈے ڈاے' کے عنوان سے شائع ہونے والا ان کا کالم 'بہت سے لوگوں کو اب بھی یاد ہے۔ یہ کالم بہت عرصہ تک ہفت روزہ سے شائع ہوتا رہا۔

حال ہی میں ہم نے فنی خان کی ایک اعلیٰ انگریزی تصنیف 'پٹھان' (The Pathans) کا اردو ترجمہ کتابی صورت میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اب اس کتاب کا سندھی ترجمہ اشاعت کے مرحلے میں ہے۔ 'پٹھان' کے انگریزی اور اردو ایڈیشنوں کو غیر معمولی مقبولیت ملی ہے جو فنی خان کے جوہر کامل کا واضح ثبوت ہے۔

زیر نظر کتاب فنی خان کی مزاح نگاری کا ایک شاہکار ہے۔ ان کی حس مزاح کا رنگ ان کی شاعری میں بھی نمایاں ہے۔ 'پٹھان' میں فنی خان نے مزاح کے نئے پہلو آشکار کئے تھے لیکن 'خان صاحب' مزاح نگاری کا ایک ایسا نمونہ ہے جسے قاری برسوں فراموش نہیں کر سکے گا اور جسے صرف فنی خان ہی لکھ سکتے تھے۔

فنی خان ہمارا ایک عظیم قومی سرمایہ ہیں۔ جب مجھ سے 'خان صاحب' کا پیش لفظ لکھنے

کے لئے کہا گیا تو مجھے دلی مسرت ہوئی لیکن میرا قلم آج بھی ان کی لازوال شخصیت کے بارے میں وہ کچھ لکھنے سے قاصر ہے جس کے غنی خان مستحق ہیں۔ جب میں ان کے پرستاروں میں شامل ہوا تو میری یہ حسرت تھی کہ کوئی ایسی صورت ہو کہ ان کے ساتھ میرا بھی نام آئے۔ میری خواہش تھی کہ کسی بہت بڑے اجتماع میں 'جہاں غنی خان بھی موجود ہوں' میں ان سے اپنی محبت کا اظہار کچھ اس انداز میں کر سکوں کہ وہاں پر موجود تمام لوگ بھی میری آواز میں شامل ہو جائیں۔ میری یہ بھی خواہش ہے کہ میں ان کی زندگی پر ایک کتاب لکھوں اور اس میں ان کی شخصیت کے بعض ایسے گوشوں کو سامنے لاؤں جن سے لوگ آج بھی بے خبر ہیں۔ انشاء اللہ میں یہ کتاب ضرور لکھوں گا۔

سردست 'میرے لئے یہ بھی ایک بہت بڑی سعادت ہے کہ مجھے غنی خان جیسے عظیم انسان کی کتاب کا پیش لفظ لکھنے کے لئے کہا گیا ہے لیکن مجھے افسوس رہے گا کہ میں وہ کچھ نہیں لکھ پایا جو میں لکھنا چاہتا تھا کیونکہ کوشش کے باوجود مجھے وہ الفاظ نہیں مل سکے جو میرے دل کی حقیقی ترجمانی کر سکیں۔

جب بھی آتا ہے مرا نام، ترے نام کے ساتھ
جانے کیوں لوگ، مرے نام سے جل جاتے ہیں

منظف شاہ آفریدی

جان پہچان

شاہر اور میں صرف دو ہی رہ گئے تھے اور کچھ پریشان سے تھے، تقریباً دو سال سے ہم آٹھ دس دوست اس ٹی ہاؤس میں ایک ۱۱ سرے سے ملتے تھے، بڑے گرم اور زور دار مباحثے چلتے تھے۔ شاہر دہلوی صاحب بڑے منذب انداز میں اس کلب کی صدارت کے فرائض ادا کرتے تھے، وہ قد کے چھوٹے، نازک و بے پتلے، شاعروں کی سی طبیعت، مزاج نوابوں کا لاہور کے ایک کالج میں اردو کے پروفیسر تھے، کبھی کبھی جب بیڑ کا ایک گلاس لیتے تو شعر بھی کہتے۔ میں ایک شکست خوردہ آرٹسٹ ہوں، مجھے غلط فہمی ہو گئی تھی کہ مجھ میں ایشیا کی روح ہے اور اس کے جذباتوں کے بعض رنگوں کو میں اپنے ہنر کے دام میں پکڑ سکوں گا، میں کچھ کچھ رستہ دیکھنے لگ گیا تھا کہ مجھ میں اور بھوک اور پیاس کی مفلسی میں جو جنگ جاری رہی اس میں میں ہار گیا۔

ایک روز جب میں ایک تصویر پر کام کر رہا تھا جس نے مجھے ہنتوں سے پریشان کر رکھا تھا۔ بعض تصویریں بہت ضدی ہوتی ہیں۔ مجھے بہت غصہ آیا تو میں نے سارے برش اور رنگ اور جو کچھ پاس تھا ایک ایک کر کے سارے کینوس کے بے وقوف منہ پر دے مارے، تھوڑی دیر کے بعد جب دماغ ٹھیک ہو گیا تو میں نے برش جمع کئے اور اپنی اپنی جگہ پر رکھ دیئے اور مرجھایا ہوا بیٹھ گیا، اتنے میں ہماری اکاڈمی کے ڈائریکٹر

ایک انگریز اور ایک بنگالی کو ساتھ لے کر آئے 'تعارف ہوا۔
 "یہ ہے میرا نیا کام" اور میں نے اپنا بے حرمت اور زخمی کیٹوس ان کے سامنے
 رکھ دیا۔

امریکی نے چشمے صاف کئے۔
 "واہ 'واہ' کیا شاہکار ہے 'ایشیائی روح کی کیا لطیف جھلک ہے یہ تو تجریدیت کی
 بہترین مثال ہے۔"
 بنگالی نے بینک صاف کی۔



”نہیں مٹائے“ اس نے کہا ”یہ بالکل ٹھیک امپریٹرم ہے۔ اسے پہلے ہم لوگوں نے ایجاد کیا تھا۔ رابندر ناتھ ٹیگور اور نذر اللہ اسلام نے مل کر اس پر کتاب بھی لکھی ہے۔“

”رہش۔“ امریکی نے کہا اور لال سرخ ہو گیا، بنگالی بھی غصے سے مزید کالا ہو گیا۔ ”تم ولایتی لوگ، ایشیا کی روح کیا سمجھو گے۔“

بنگالی نے اخبار میں مضمون لکھا اور بیس کتابوں کے حوالہ سے ثابت کر دیا کہ میرا شاہکار امپریٹرم کا عمدہ نمونہ ہے۔ امریکن نے بھی مضمون لکھا کہ میری تصویر ایشیا کی جاگتی ہوئی روح کی تازہ ترین، رنگین اور بکھری بکھری صدا ہے، اس نے میرے کیبوس کو چھ ہزار میں خرید لیا اور اس دن سے میں یہاں کا مایہ ناز جینس ہو گیا۔ دو تین بج گئے، میں بھی میرے دوست بن گئے۔

پیسے تو بہت کمائے مگر رنگ مارتے مارتے مجھے ٹینس ایلبو ہو گئی ڈاکٹر نے کہا۔ ”ٹینس کھیلنا بند کر دو“

اب میرا نیا پریڈ شروع ہو گیا میں بائیں ہاتھ سے رنگ پھینکتا ہوں، میں اس کلب کا سیکرٹری ہوں اور عموماً خاموش بیٹھا رہتا ہوں۔ شاکر صاحب کہتے ہیں کہ اس کے ممبر بڑھانے چاہئیں۔ ہم دونوں خاموش طبیعت کے واقع ہوئے ہیں۔ آج میں نے ایک بڑا لمبا چوڑا شاہکار مرتب کیا تھا اور بائیں بازو میں بھی درد شروع ہو گیا تھا۔ اتنے میں کسی نے کہا ”اوبائی! تم چاء پیئے گا، دیکھو بڑا اچھا چائے ہے ہم اس کو اپنا چائے دیتا ہے، ہوٹل والے کو“

سامنے ہاتھ میں دو چائے کے پیالے لئے ایک لمبا ترنگا کھلیل جوان کھڑا مسکرا رہا ہے اس کی آنکھیں ہری ہری، بڑی بڑی سیدھی اور خوشی سے معمور ہیں۔

”دیکھو، سو گھو“

ہم نے پیالے لئے، کیا چائے تھی، پہلی حیرانی کے بعد تو شاکر صاحب اس کے بو سے لینے لگ گئے۔

”چینی اور دودھ، اپنا طبیعت، خان کی شیرینی اور شیردانی بھی پہنچ گئی۔“

”چائے اچھا ہے؟“ خان نے پوچھا۔

”واہ خان، کیا چائے ہے، پندرہ بیس سال میں آج چائے کا مزہ آیا“ یہ سن کر خان صاحب اور خوش ہوئے۔



”کئے‘ یہ آپ کہاں سے خریدتے ہیں‘ ارے بیٹھے خان صاحب‘ بھائی‘ میرا نام شاکر ہے اور یہاں کالج میں پڑھاتا ہوں۔“

”ماثر ہے!“ خان نے اپنا بڑا بالکل جرمن سر ہلا دیا۔ ”بہت اچا ہے‘ بہت اچا ہے۔“

”اور یہ بھولا صاحب ہیں‘ آرٹس ہیں۔“

خان میرے ہاتھوں کو غور سے دیکھنے لگا

”ارے نہیں بھائی“ شاکر صاحب ہنس پڑے

”یہ ہاتھ سے تصویر بناتا ہے‘ سب دنیا میں مشہور‘ بہت قابل“

خان نے کہا: ”ہنر والا آدمی کا قسمت ہمیشہ اچا ہوتا ہے۔ امارا بیٹوں نے بولا ہے۔“

”ہاں۔“ شاکر صاحب چوہیں کھٹے استاد بھی رہتے تھے۔ ”تو یہ جو ہنرمند لوگ ہوتے ہیں انہیں آرٹس کہتے ہیں“

”یہ تم لوگ کا کیا زبان ہے“ خان صاحب چڑ گئے ”کل ام کو ایک آدمی بولتا تھا کہ جو ڈوکی مارتا ہے وہ آرٹس ہے آج تم بولتا ہے کہ جو تصویر بناتا ہے وہ آرٹس ہے‘ کل کوئی بولے گا کہ جو ایرا منڈی میں ناچتا ہے وہ بھی آرٹس ہے‘ یا خدا یا پاکہ یہ ادھر کا کیسا زبان ہے۔“

خان صاحب نے جیسے ہائی کورٹ میں اپیل کی‘ میں نے اسی وقت خان صاحب کو کلب کا ممبر منتخب کر لیا۔

شاکر صاحب چائے کا مزہ اڑا رہے تھے۔

”ارے بھائی! خان صاحب کا اسم گرامی؟“

”شیر خان میرا نام ہے‘ شیر خان‘ اور شفتالو بیچنے آتا ہے“

”ارے بھائی خان صاحب‘ ذرا یہ تو سمجھائیے کہ سب پٹھان خان کیسے ہوتے ہیں“

”نہیں نہیں‘ پٹھان میں کہیں ایک یا دو خان ہوتا ہے اور تو یہ سب جولاہا‘ مولاہا‘ لوہار‘ موہار‘ کدو‘ کرٹا‘ ادھر ادھر کا لوگ ہوتا ہے ایک لاکھ قبیلہ ہے تو دس ہزار پٹھان‘ ان میں بیس تیس بڑا بڑا خان کا خاندان‘ پھر اس میں کہیں ایک دو خان نکل آتا ہے۔ یہ ایسا آسان کام نہیں“

”اچھا“ شاکر صاحب نے سرشل اختر و پالوی شروع کر دی، ”تو گویا یہ پٹھان تم لوگوں میں ایک الگ نسل ہے“
 ”نہیں، نسل ایک ہے“ خان نے وضاحت کی ”پٹھان زمین کا مالک ہے“
 شاکر صاحب خوش ہو گئے ”اچھا، اچھا، یعنی آپ کی قوموں میں پٹھانوں کے علاوہ اور کسی کی زمین نہیں“
 ”ہے، ہے، بہت ہے“ خان نے کہا



”یعنی آپ کا مطلب ہے کہ اور لوگوں کے پاس بھی زمین ہے مگر کوئی چھان ایسا
نہیں جس کی زمین نہ ہو“

”ہمت ہے‘ لاکھوں چھان کا مرلہ زمین نہیں‘ چھان کا زمین کا کیا بات ہے‘ زمین
کیا تو خون بدل گیا“

شاکر صاحب ڈوبتے گئے

”دیکھو ام تم کو سمجھاتا ہے۔ سب چھان کا زمین ہے‘ تو جس کا زمین ہے وہ چھان



خان صاحب کا نام

خان صاحب بولے

”نام میں کیا بات ہے۔ اگر ہم آپ کے لاہور کا نام پشاور رکھتا تو تم غصہ ہوتا۔ پھر ٹھیک تھا؟ مگر ہمارا اپنا پشاور ہے۔ ہمارا مرضی ہے۔ جو نام رکھیں ”چڑیا گھر“ یا ”خان کوٹ“ تم کیوں آنکھ نکالتا اور نام میں کیا ہے۔ یہ تو مرضی کا بات ہے۔ وہ ایران کا بادشاہ اپنے آپ کو شاہشاہ کہتا ہے۔ تو ایران میں اس کے بغیر دوسرا بادشاہ نہیں کہ وہ بادشاہوں کا بادشاہ ہو گیا۔ مگر نام ہے۔ اس کو پسند ہے تو ٹھیک ہے۔“

میں نے کہا۔ ”نہیں بھائی خان میرے خیال میں یہ کوئی خاندانی تعصب ہے۔ جو تخت کے ساتھ جاتا ہے اور ان دنوں کی طرف اشارہ کرتا ہے جب ایران کے بادشاہوں کے نیچے سینکڑوں بادشاہ اور راجے اور نواب ہوا کرتے تھے“

خان صاحب نے اپنا بڑا سر ہلا دیا۔

شاکر بولا۔ ”ہاں بھائی۔ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے Empror of Ethopia کے Title کی بھی یہی وجہ معلوم ہوتی ہے۔“

خان صاحب غصہ میں بولے ”یہ جگہ کدھر ہے۔ چاند پر ہے۔ ایم پرپر۔ تو پیہ۔“

تو پیہ۔“

شاہر بولا "ارے بھائی۔ اسے تو یہ افریقہ میں ایک ملک ہے اور وہاں کا بادشاہ بھی ایران کی طرح شاہنشاہ کہلاتا ہے اور ان کا دعویٰ ہے کہ شجرہ نسب سیدنا سلیمان علیہ السلام اور ملک سبا سے ملتا ہے۔"

خان صاحب کی آنکھیں کھل گئیں۔
 "اچھا۔ سلیمان علیہ السلام کا لڑکا ہے۔ پھر تو اس کے پاس وہ جن من 'جادو دادو' سب ہو گا اور وہ لڑکی کو ڈھونڈنے والا چڑا بھی ہو گا۔" خان صاحب کی امید بندھ گئی۔
 شاہر بولا "ارے بھائی نہیں 'جادو دادو' کہہ رہے۔ وہ بڑا ہوشیار بڑا اور۔ اور شریف آدمی ہے۔۔۔۔۔"

"چھپاتا ہو گا۔" خان نے خیال ظاہر کیا "یہ جادوگر دادو گر لوگ ہے۔ یہ سب چیز چھپاتا ہے۔"



خان صاحب کی تعلیم

ایک روز شاکر صاحب نے خان صاحب کی تعلیم کے متعلق پوچھا
"ارے یار تلمیم مالیم کدھر ہے" تلمیم ہوتا تو کیا ادھر بینہ کے میوہ بیچتا۔ کبھی کا تانہ
دار مانہ دار نہ ہو گیا ہوتا"

"تھانہ دار؟" شاکر صاحب نے کہا۔۔۔۔۔ "نہ بھائی خان" تھانیدار کیا" آپ کا
اچھا خاصہ تیز دماغ ہے۔ کوئی بڑے آدمی بنے ہوتے"

"نہیں" خان نے کامل یقین کے ساتھ کہا "تانہ دار میں جو کمال ہے وہ صدر میں
بھی نہیں ہے" یہ بڑا ہنر والا لوگ ہوتا ہے" حاضر کو غائب اور غائب کو حاضر بنا دیتا
ہے" جادوگر کا بچہ ہے۔ تانہ دار ہی ٹھیک ہے" مگر یار اب تو تعلیم سے بھی تانہ دار
نہیں بنتا" وہ امارے ماموں کو لڑکا ہے سولہ جماعت پاس" مگر کسی نے اس کو چہرہ اسی بھی
نہیں بتایا" صرف اتنا فرق اس میں آگیا کہ اب جوار کا روٹی اسے ہضم نہیں ہوتا اور
گیوں کا زمین اس کا باپ نے بیج دیا اس کو سولہ جہات پڑانے کے لئے" اب وہ گھر
میں بیٹھا ہے اور اس کا پیٹ خراب رہتا ہے" اس کے باپ نے ملا کا آدھا داڑھی
اکھاڑ دیا اس کو بولتا ہے" تم کہتے تھے تعلیم میں برکت ہے تو میرے بیٹے کی تعلیم کا
برکت تم نے کدھر چھپا دیا۔ یہ سارا سبق سبق تو اس کے پیٹ کے لئے تھا۔ اب اس



کا بیت خراب ہو گیا ہے، سبق کا رکت اور میرا ماسوں نے تو اس کا آدھا واڑھی نکال دیا۔" خان صاحب نے ہنستے ہوئے کہا "۔۔۔۔۔ اس سہل ہم نے بھی سبق چھوڑ دیا۔"

"چھا! خان صاحب! تو کیا آپ کے گاؤں میں سکول ہے؟"

"نہیں، ہم مسجد میں پڑھتا تھا، یہ پاری ماری، چار پانچ سال پڑھا، پھر ہم بڑا ہو گیا اور ملا مر گیا۔" یہ کہہ کر خان چپ ہو گیا۔

"واہ بھائی خان ملا مر گیا تو تعلیم چھوڑ دی؟" شاکر صاحب نے حیرت سے کہا "وہ ملا مر گیا تو دوسرا ملا آ گیا، اس کے چھوٹا بھائی کے ساتھ ہم اس سے قرآن پڑھتا تھا، سردی میں ہم سے کتا، چٹا، ادھر آؤ آگ کے پاس بیٹھو، میں بیٹھا تو اس نے ادھر چونڈی لگا دی۔" یہ کہہ کر کہ خان نے اپنی ہینے پر چنگلی لی۔

شاکر صاحب دریائے حیرت میں فرق ہو گئے۔

خان نے کہا۔ "میں دل میں بولا، شیر خان! یہ ملا تو بڑا سور کا بچہ ہے ایک روز ہمارے ماسوں کا لڑکا بیٹھا چھری کو تیز کر رہا تھا، میں نے چھری کو دیکھا تو اس نے کہا۔ اکبر خان! یہ ملا تو ہم کو اوپر چونڈی لگاتا ہے آج میں اس کو ٹھیک کر دوں گا یہ ہمارا گھروں کا طوطہ کھا کھا کر مست ہو گیا ہے اب لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ ملا ہم کو چونڈی لگاتا تھا پھر میں نے سوچا کوئی اور ترکیب کرو۔ ملا کا ایک لڑکا تھا، ہم سے ایک سال چھوٹا، اکبر خان نے اس سے دوستی کی اور اسے کشمش اور بادام کھلاتے، ثانی، میگریٹ اور چلغوزا لیکر دیتے، ایک روز ملا نے سورۃ یاسین پڑھاتے ہوئے چونڈی لگایا تو میں نے دل میں کہا یہ ملا تو اصلی خنزیر کا حرامی بچہ ہے، سورۃ یاسین کے بیچ میں چونڈی لگاتا ہے، اکبر خان کو یہ بتایا تو وہ دوسرے دن ملا کے لڑکے کو شکار کے لئے لے گیا دس دنوں کے اندر اندر اسے وہ سارا کتاب پڑھا دیا جو ملا مجھے پڑھانا چاہتا تھا۔ اسی دن سے ہم نے سبق چھوڑ دیا۔"

"ارے لا حول ولا خان، تم تو بڑا خراب آدمی ہے، تمہارے بھائی نے بڑا خراب کام کیا۔۔۔۔۔" شاکر صاحب نے کہا۔

خان بولا۔ "ہم خراب ہے کہ ملا خراب ہے، انصاف تو قاضی کے گھر میں بھی نہیں۔ ملا نے کیوں ہمیں چونڈی لگایا۔" اور پھر سورۃ یاسین کے بیچ میں نے "یاد دلایا"

"ہاں" خان نے اپنا بڑا بڑا سر ہلایا۔

پھر اس نے شاکر صاحب کو بڑے غور سے دیکھا
 "یہ ماشر ہے" یہ بھی ملا کا بھائی ہے"
 شاکر صاحب جیسے بے ہوش ہو گئے۔

خان صاحب کا مذہب

ہمارے کلب میں مزید تین ممبروں کا اضافہ ہو گیا، ایک ہمارے آرٹ کے پروفیسر جناب تمیز الدین مظاہرین الرحمن ہاسو، جو میری شہرت کی طعنائی چائے آتے تھے، ایک ڈاکٹر حسین شاہ، بڑے شریف اور ہنس کھ، انہیں مذہبی معاملات میں بڑی دلچسپی تھی، ان کا یہ مذہبی رنگ انہیں زیبا لگتا تھا کیونکہ مذہبی تعلیمات نے انہیں زیادہ کشادہ اور رحم دل بنا دیا تھا۔ اور تیسرے ان کے دوست اور ہم خیال مولوی مذہب صاحب ایک نیک اور بھک اکاؤنٹنٹ تھے اور ایک مذہبی جماعت کے رکن، ان کے علم کا دائرہ بہت وسیع تھا مگر ان کا علم ان کی انسانی سرشت پر سوار تھا وہ عقیدے کے پکے مگر سیدھے سے تھے۔ دائرہ اور لمبے بالوں کی وجہ سے دوستوں کے حلقہ میں ان کا مولوی نام پڑ گیا۔ مذہبی بحثوں میں اپنے علم کا اظہار کرنے میں انہیں بڑا مزا آتا تھا خان صاحب ان کی بڑی تواضع کرتے "سید ہے سید" وہ کہتے "اس سے ڈرو، خدا کے دوست کا بچہ ہے"

شاہ جی اور خان کی ایک دم دوستی ہو گئی
ایک روز شاہ جی نے کہا "ارے خان بھائی، یہ تکلف نہ کیا کریں آپ عمر میں
ہم سے بڑے ہیں"

”نہیں، نہیں“ خان نے کہا۔۔۔۔۔ ”ہم سید لوگ سے بہت ڈرتا ہے“
 پھر وہ مجھ سے مخاطب ہوا۔۔۔۔۔ ”ان میں اک لوگ ہوتا ہے جس کا زبان
 کالا ہوتا ہے جس کو بدعا دے دیتا ہے اس کو پاگل کتا کاٹ لیتا ہے“ سب خاندان پاگل
 ہو جاتا ہے۔۔۔“

”نہیں بھائی خان“ شاہ صاحب بولے ”یہ کسی نے آپ کو غلط بتایا ہے ہم کسی کو
 بھی بدعا نہیں دیتے نہ کتوں سے کھواتے ہیں“ یہ تو گناہ ہے“ قلم ہے“
 ”اچھا۔۔۔۔۔“ خان نے کہا۔۔۔۔۔ ”تم کسی کو یہ بدعا نہیں دیتا؟“
 ”نہیں بھائی“ کبھی نہیں“ شاہ صاحب نے کہا

خان صاحب بہت خوش ہوئے۔۔۔۔۔ ”یہ اصلی سید ہے“



اس روز سے شاہ صاحب کی اور بھی زیادہ خاطر تواضع ہونے لگی۔ آج نذر اور شاہ تی کسی عقیدہ کے مسئلہ کے گرداب میں گہرے حیران کر رہے تھے کہ خان بھی پہنچ گئے۔ مولوی صاحب کے کچھ بہت عجیبہ دلائل کے اختتام پر شاہ صاحب نے خان سے پوچھا

”کیوں بھائی خان! تم لوگ سیدھے سادے اچھے عقیدے کے مسلمان ہو تمہارا کیا خیال ہے؟“

”وہ ہمارا اسلام آسان ہے“ خان نے کہا۔ ”اس میں اتنا لبا لبا بات نہیں ہے تمہارے انکو منکو اسلام میں تو اتنا لبا لبا بات ہے کہ اس میں ہمارا باپ بھی معظوم نہیں کر سکتا کہ اسلام کدھر ہے؟“

”لا حول ولا قوۃ“ مولوی صاحب بولے۔ ”ارے بھائی! مسلمان تو سب دنیا کی ایک ہی ہے، عقیدہ تو ایک ہی ہے“

”عقیدہ۔۔۔۔۔؟“ خان صاحب پریشان ہو گئے

”ارے، تم جو دل میں مانتا ہے“ ”تم کیا مانتا ہے۔“ مولوی صاحب بولے ”ہم مانتا ہے کہ خدا ایک ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں، بے شک اور اس کا چار دوست، سب بابا، کاکا، صیب، اور سب سے کام کا آدمی حیر بابا ہے“

”کون ہیں“ مولوی صاحب جیس پہ جیس ہوئے

”کیا روئیں کا جوان“ خان صاحب نے وضاحت کی

”کیا روئیں کا کیا؟“

”قطب کا قطب“ خان صاحب نے مزید وضاحت کی

”ارے بھائی، ان کا نام کیا ہے“ مولوی صاحب بے بس ہو گئے

”تمہارا وضو ہے؟“ خان نے پوچھا

”وضو؟ وضو کی بات کہاں سے نکل آئی“ مولوی صاحب بولے

”وضو کے بغیر اس کا نام لے گا تو منہ ٹیڑھا ہو جائے گا“ اس کے ساتھ ہی انہوں

نے ایک آنکھ بند کر لی

”یہ کیا واہیات ہے بھائی“ مولوی صاحب پریشان ہو گئے

”وئی، اولیا کا کرامت نہیں مانتا؟“ خان دریائے حیرت میں ڈوب گیا

”والی ہے والی، پیر فقیر کا منکر ہے اصلی والی ہے“

خان نے گلی دے کر کہا۔ ”ہم نے خود دیکھا ہے آدمی کا منہ اچھا ٹیڑھا ہو جاتا ہے کہ روٹی کان کے پاس کاٹا (کھاتا) ہے، سب لوگ بولتے ہیں۔ بابا نے کہا ہے۔“

”ارے بھائی، لا حول ولا یہ کیا بات ہوئی، تم مجھے اس کا نام بتاؤ۔“

”چپ، چپ، مولوی صیب، ان باریک باتوں میں انگلی نہ مار، وہ نہیں چھوڑتا، ہمارے ماں کے ماموں نے جوانی میں گلی دیا تھا۔ اسی سبب اس کا منہ ٹیڑھا ہو گیا اور ■ مر گیا۔“

”وہ گلی دینا مانتا تھا مگر گلی دے نہ سکتا تھا تم خوب سوچ لو۔“

”میں نے خوب سوچا ہے،“ مولوی صاحب جلال میں آگئے۔ یہ خرافات آپ کے دماغ سے نکالنے کا یہی اچھا طریقہ ہے، آپ نام بتائیں، ہم سب کے سامنے دہرائیں گے۔“

واہ۔۔۔۔۔ ”خان نے تعجب سے کہا ”میں کوئی پاگل ہوں کہ اس کا نام بولوں گا، کبھی نہیں۔“

”ارے بھائی خان، کیوں نہیں؟“ شاہ صاحب نے پوچھا

”ام نے وضو نہیں کیا ہوا“ خان نے جواب دیا۔

”خان صاحب نماز نہیں پڑھتے تھے؟“ شاکر صاحب نے پوچھا

”ارے بھائی خان، نماز کیوں نہیں پڑھتا، کیا کبھی نہیں پڑھی؟“

”نہیں یار، بہت پڑھا ہے“ خان صاحب بولے۔ ”روز پڑھتا تھا مگر ہمارا ملا مر گیا۔“

”واہ، یہ کیا بات ہوئی، ملا مر گیا تو نماز چھوڑ دی“

”نہیں، نہیں“ خان نے کہا ”اس کا لڑکا ملا ہو گیا تھا وہی ملا“

”وہی ملا؟ کون ملا؟“

”اوفوہ۔“ خان بے بس ہو گیا۔

”چلفوزے؟“ میں نے پوچھا

”ہاں“ خان نے اپنا مونٹا سر ہلایا۔ ”اب میں اس کے پیچھے کھڑا ہو کر خدا کو کیا

منہ دکھاتا، ہم نے نماز ہی چھوڑ دیا، خدا کا حکم ہے کہ تم جس ملا کو چلفوزہ کھلاؤ اس کے پیچھے نماز مت پڑھو“

”سبحان اللہ!“ شاکر صاحب نے حیرت سے کہا۔ ”پھر پڑھا ہی نہیں؟“

"نہیں، ایک دفعہ پڑھا" خان صاحب نے سوچ کر جواب دیا۔ "بڑا شای مسجد میں کیا تھا، ہمارا ملا بولتا تھا کہ بڑا مسجد میں بڑا زیادہ پرشت (فرشتہ) بیٹھا ہے، میں نے دل میں سوچا۔ یاد شیر خان آج نماز پڑھ، اے زیادہ پرشت لکھ دے گا کہ اپنی مسجد میں دس سال بعد بھی پرشت اے نہیں لکھے گا، پھر نماز کے لئے کھڑا ہو گیا، مگر کھڑا ہوتے ہی مصیبت میں پڑ گیا۔"

"ارے بھائی ہو، کیا؟"

"اے زیادہ فرشتوں کے سامنے ہم نماز بھول گیا بڑا کوشش کیا مگر خالی، بسم اللہ

قل هو اللہ یاد رہا ہائی سب غیب"

"خان بھائی، تم کو نماز نہیں آتی؟" شاکر صاحب نے پوچھا





”کیوں نہیں آئے؟“ خان کے صبر سے بوجھ کر ”.....“
مالوم ہے، کتنا خالی کتنا بھرا ہے، سنت سوکھہ مالوم و تر واجب مالوم، آیات کرسی مالوم، بی
بی شیخہ رتی کا وظیفہ مالوم۔۔۔۔۔۔“

”بی بی شیخہ رتی؟“
”بست بڑا قبر ہے، اتنا جتنا پٹ قال کی جگہ، بڑا عورت جاتا ہے وہاں۔ اچھا اچھا
کھانا لے جاتا ہے۔ صبح سے شام تک خوب ٹاپتا اور گاتا ہے“ خان صاحب یہ کہہ کر
خاموش ہو گئے۔

”ارے بھائی، اس مقدس جگہ پر وہ جا کر ناچتی ہیں؟“
”اس کے بچے کا پیٹ ٹھیک ہو جاتا ہے۔“ خان نے جواب دیا
”ناچتی ماں ہے اور پیٹ بچے کا ٹھیک ہو جاتا ہے“ شاکر صاحب نے تعجب کیا
”ہاں“ خان لڑنے پر تیار ہو گیا۔ ”.....“ ہاں، میں نے سو بار دیکھا ہے۔
ہمارے گاؤں کے پاس ہے، یہ تم کیسا مسلمان ہے، اولیا کا کرامت نہیں مانتا، یا خدا یا
پاکہ! یہ کیسا لوگ ہے؟ اب تم یہ بھی نہیں مانے گا کہ پیر بابا بچہ دیتا ہے“
شاکر صاحب بے بس ہو گئے ”.....“ ”واہ بھائی خان! بچے تو خدا دیتا ہے
تمہارا پیر بابا کیا بچے دے گا؟“

”ہم تم کو اک روز دکھائے گا، بچوں کو چھوٹا چھوٹا جھولا لٹکا ہے“
”ہر روز سینکڑوں لوگ، مرد عورت جاتا ہے، بچہ مانگتا ہے اور بست بچہ پیدا ہوتا
ہے۔“

”کمال ہے بھئی۔“ شاکر صاحب نے کہا
”اب کچھ بوڑھا ہو گیا ہے، نظر کمزور پڑ گیا، کبھی کبھی غلطی کر جاتا ہے“ خان نے
فکر مندی سے کہا۔ ”ماں گورا ہوتا ہے باپ بھی گورا ہوتا ہے مگر بچہ کالا نکال دیتا
ہے۔“

خان صاحب کا جولاہا

”یار‘ ہمارے ملک کا جولاہا بڑا سیدھا لوگ ہے‘ ہم تم کو ایک جولاہا کا قصہ سناتا ہے‘ ایک جولاہا جو اپنے وطن کو چھوڑ کر ایک گاؤں میں ملا ہو گیا‘ ہر جولاہا‘ جولاہا لوگ جب اپنے ملک میں تنگ ہو جاتا ہے تو کہیں دور چلا جاتا ہے جو غریب مرید ہوتا ہے وہ ملا بن جاتا ہے جو مالدار ہوتا ہے وہ حاجی بن جاتا ہے اور جو پکا دس ہزاری ہوتا ہے وہ اپنے نام کے پیچھے شیروانی سروانی بریانی سرانی لگا کر بڑا آدمی بن جاتا ہے۔ کہتا ہے وہ بڑا پیر فقیر کا اولاد ہے‘ سرخ کافر ہے‘ توبہ‘ توبہ‘ جو اپنے آپ پر کسی بڑے آدمی کا اولاد ہونے کا جھوٹا الزام لگاتا ہے اور جو اصلی اولاد ہوتا ہے وہ ادھر ادھر چھپتا پھرتا ہے‘ اوپر تو ہر روز کرامت چمکتا ہے‘ ہمارا بی بی شیقا کا گدی نشین ایسا زبردست پیر ہے کہ پندرہ سال سے کسی شخص نے بھی اس سے جوا نہیں جیتا“

”ولاحول ولا قوۃ“ ارے بھائی خان“

خان: اے‘ تم اولیا کا کرامات نہیں مانتا‘ تم دہلی سے دہلی‘

شاکر: اچھا بھائی دہلی سسی‘ اب وہ قصہ تو سنا دو

خان: تو وہ ملا نے مسجد میں بولا کہ جو آدمی خدا کے نام پر سو روپے خرچ کرے

گا تو خدا بولے گا کہ ہم اس کا قرض دار ہو گیا احسان کا‘ وہ اسے اس جہان میں ایک



ہزار روپے دے گا اور دس ہزار کا بیگہ جنت میں ملے گا۔ اوپر ایک چٹھان بیٹھا تھا اس نے سوچا اور دل میں کہا 'یارا' زنگی خان یہ سودا اچھا ہے۔ وہ سیدھا بیوی کے پاس گیا جس کے پاس گور کفن کے لئے سو روپے رکھے تھے جو خان نے لے لئے کہ خدا کو قرضہ دیتا ہے۔ بیوی بولا 'دیکھو یہ ملا تم کو دھوکہ دے رہا ہے' خان بولا 'واہ بے وقوف عورت' خود عورت ہے کہ 'نا' کم دماغ' وہ بولا اور میں چٹھان کون مجھے دھوکہ دے سکتا ہے۔ یہ بات مسجد میں ہوئی ضامن خدا ہے اس سے اچھا سودا کہہ ملے گا' اس طرح ملا نے خدا کے نام پر سو روپیہ منظور کر لیا اور خوب مزے سے بیٹھ گیا 'چار پانچ دن گزر گیا' خان کا بیوی اسے مذاق کرنے لگا 'خان کے دل میں آیا' زنگی خان یہ سودا کچھ دھوکہ موکہ کا لگتا ہے وہ ایک بڑا چھرا لے کر مسجد میں آ گیا اور ملا کو کہا۔

"دیکھو ملا" تم خدا کو بولو کہ ہم نے بڑا صبر کیا مگر اب ہمارا بی بی مذاق کرتا ہے 'کل سے کھانا بھی خرافات ہو گیا ہے' جنت کا قصہ لبا ہے اسے چھوڑو' ادھر کا وعدہ جلدی پورا کرو ملا صاحب بولا کہ جنگل جنگل میں جا' یہ وعدہ گھر میں تو پورا نہ ہو گا مطلب یہ کہ صحرا میں اسے کوئی سانپ وانپ کھالے' خان صحرا میں گیا' دن بھر ادھر ادھر پھرا۔ شام کو جانور کے ڈر سے ایک چھوٹے درخت پر بیٹھ گیا اتنے میں ایک ایرانی آیا' گھوڑے موڑے کو باندھا ایک چھوٹا قالین نکالا' ایک حلوہ کا دیکھ لیا اور درخت کے نیچے بیٹھ گیا' ایرانی نے حلوہ سے ایک لبا نوالہ بنایا اور سیدھا کھڑا کیا اور بولا۔

حضرت عثمانؓ تم کو معلوم ہے کہ شیر خدا تم سے زیادہ خلافت کا حق دار ہے' تم پہلے کیوں خلیفہ ہو گیا اب میں تم کو کاتا ہوں' یہ کہہ کر وہ حلوہ کا نوالہ کھا گیا اس طرح عمرؓ سے بات کیا' حضرت ابو بکرؓ سے بات کیا اور نوالہ پر نوالہ کاتا گیا' پھر اس نے خدا سے بات کیا اور بولا کہ تم کیسا فرشتہ بنانا ہے کہ بھیجتا ایک کو ہے جاتا دوسرے کو ہے ہم تم کو کھاتا ہے' اس پر چٹھان نے درخت سے چٹاننگ لگایا اور اسے پکڑ لیا۔

"سور کا بچہ" خدا پر ہمارا سو روپیہ کا قرضہ ہے اور تم اسے کاتا ہے۔ چٹھان نے ایرانی کو جان سے مار دیا اور ادھر ہی دفن کیا' اس کے سامان میں سے چٹھان کو ایک ہزار روپیہ ملا

دوسرے دن سویرے وہ مسجد میں پہنچ گیا اور ملا کو کہا

"تمہارا خدا نے ہمارا ہزار روپیہ دے دیا" مگر ہم نے بھی اس کا جان بچایا' اگر ہم





چٹانگ نہ مارتا تو وہ خدا کو کھا گیا تھا اب پانچ سو روپیہ تو ہم نے اپنا بیوی کو دے کر اس کا زہان بند کر دیا۔ کل سے کانا بھی اچھا ہو گیا ہے، اب ہم باقی پانچ سو روپیہ لایا ہے، تمہارے خدا کو قرضہ دے گا، جنت کا کوئی جلدی نہیں، ادھر جو پانچ ہزار روپیہ ملے گا، وہ ہم پر (پھر) خدا کو دے گا، ملا بولا، خن صاحب! ہمارے پاس صرف سو روپیہ کا اجازت ہے، اتنا زیادہ رقم کالین دین کسی بڑے سے پوچھو۔“

خان صاحب آرٹ کے طوفان میں

باسو صاحب نے جب خان کی لمبی خوبصورتی کو دیکھا تو فریفت ہو گئے
اسے ہاپ رسے 'خان صاحب پٹھان ہے' بڑا اچھا' بڑا خوب' پٹھان لوگ کا لڑکی
ہے بڑا مھے دار'

خان صاحب نے میری طرف دیکھ کر کہا۔ آرا می (حرامی) ہے 'آرا می'
باسو: یہ ایک پری میٹو خوبصورتی ہے جس کو کلچرل ڈیکے ڈنس
(Cltural Decadence) نے خراب نہیں کیا۔ تم پہاڑ کے لوگوں میں یہ جو 'یہ جو

.....

یہ کہتے ہوئے باسو صاحب نے خان صاحب کو ڈرتے ہوئے دیکھا اور کہا "یہ جو
فرینک چوٹی ہے 'لڑکا لوگ میں بھی ہے اور لڑکی لوگ میں بھی' ہم کو دونوں بڑا شہدر
لگتا ہے۔"

خان صاحب نے "دونوں" پر غور کیا تو کہا

"ارے یہ تو اصلی سورا کا پچہ ہے"

باسو: "یہ پٹھان لڑکی کا —"

خان صاحب اب بڑے خطرناک مرحلہ میں آ گئے

"یہ چھان لڑکی کا۔۔۔۔۔ یہ آنکھ ہے" بڑا شہر رہا ہے ایک دم لمبا۔"
 خان صاحب کے ماتھے پر پینٹ آگیا انہوں نے کہا "یہ چائے لو، چائے لو، مٹائی
 کاؤ، پشاور کا مٹائی، تمہارے بنگلہ میں مٹائی ہوتا ہے؟"
 ہاسو صاحب بولے: "یہ شب (سب) مٹائی تو ہم بنگلہ لوگ کا کھاتے کے باجبار کا
 طوائف بتاتا، شب مٹائی وہی بتاتا۔"

"ابھی تم نے" خان صاحب بولے۔ "ہمارے قصہ خوانی بازار کا پالودہ گرمی کی شام
 کو نہیں کھایا، جس میں اتنا بڑا بڑا قلعی اور ملائی اور وہ چری چری برقب۔" خان نے
 ہونٹ بھیج لئے۔

"یہ جو پالودہ ہے" ہاسو صاحب نے تاریخ کو کھنگالا۔ "یہ سے من بنگلہ کا ایک
 طوائف افضل دودو نے بنایا، اس کا اصلی نام ہے فل دودو، اس کا بابا حبشی خان سوہن تھا
 جسے پنجابی لوگ چرا کر دہلی لے گیا اس نے وہاں حبشی طلوہ اور سوہن طلوہ بنایا۔"
 ایک روز ہماری اکیڈمی کے ڈائریکٹر مقناطیس الرحمن ہاسو صاحب کے ساتھ قہوہ
 خانے میں آگئے اور خان صاحب کو مل کر بہت خوش ہوئے، بولے باپ رے باپ،
 کتنا شہر جوانی ہے۔

خان صاحب کا بڑا زمین سے کوئی ڈھائی گز کی اونچائی سے ہاسو صاحب کو نیلی
 آنکھوں سے دیکھتا رہا، جب سب لوگ چائے پینے بیٹھ گئے تو خان صاحب نے آنکھوں
 کے ساتھ مجھ سے دریافت کیا۔

"اے بنگالی ہے"

"ہاں"

خان کی آنکھیں اور بھی لمبی ہو گئیں

"یہ لوگ چوہا کھاتا ہے"

"ارے نہیں دوست"

"کھاتا ہے، مینڈک بھی کھاتا ہے، سب کچھ کھاتا ہے، پروا نہیں کہ وہ رنگتا ہے
 کہ پرکتا ہے، اڑتا ہے کہ تیرتا ہے، خو جس چیز میں بھی سانس ہے یہ لوگ اس کو
 پکڑتا ہے، مارتا ہے اور کھاتا ہے۔ سب چیز کھاتا ہے"

"ارے، نہیں بھائی جان، یہ کہاں سے تم نے وہابیات جمع کیا ہے"

"میں جمع کیا ہے کہ ہمارا ملا پوتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے گنہگار آنکھوں

سے خود دیکھا ہے کہ فرقیہ کو ایسا مرنے کی طرح قتل دیا اور چرپ کر گیا۔

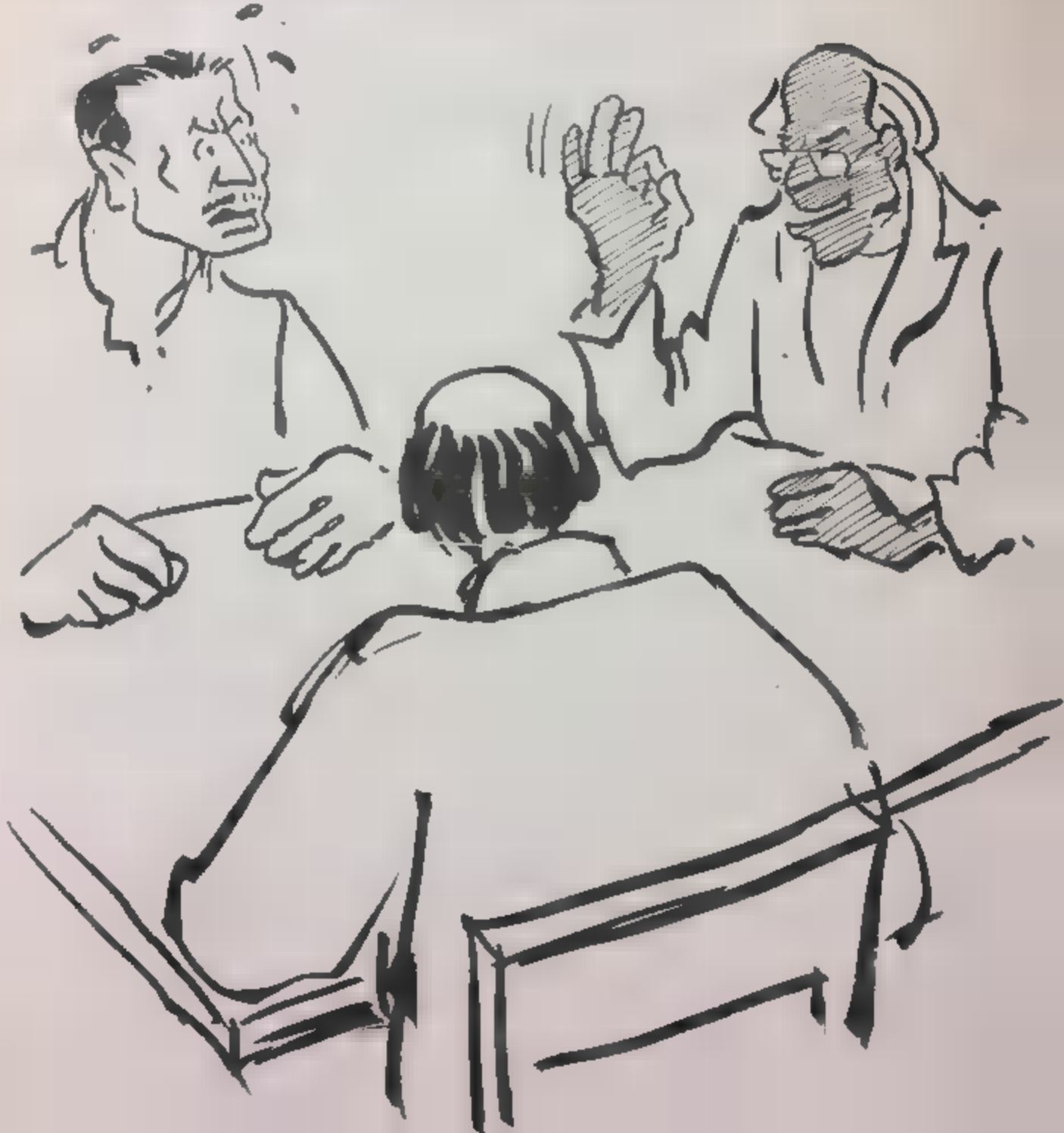
”چھوڑو تمہارا ملا خان کیا بولتا ہے یہ کوئی کتاب میں لکھا ہے“

”یا خدا یا پاکا! یہ تم کیسا لوگ ہے“ اپنے آپ سے بات بتاتا ہے ”میں نے کتاب کا

کب کہا ہے ملا گیا تھا سلت (سلسلہ) میں سبق پڑھنے کے واسطے۔ وہ بولتا ہے کہ وہ اپنا

گناہگار آنکھوں سے دیکھا ہے کہ بڑ قہنو۔۔۔۔۔“

”چھوڑو خان! وہ کہہ بھی گیا تو تم ملا کی بات مان گئے“ یہ کوئی ماننے والی بات



ہے۔"

"کوئی بھولا، تم تو پاگل ہے ملا کا بات نہیں مانے گا، یہ سب ملا پوتا ہے کہ جو ہمارا ملا کا بات نہیں مانے گا وہ دہائیوں میں شامل ہے اور بیوی کو طلاق۔"

"لا، طلاق، ارے بھائی خان، یہ طلاق ولاق"

"یار، یہی تو مرنے کا بات ہے اس میں بھولا، یہ طلاق ملاق ہے نا، یہ شرم و حیا کی بات کو درمیان میں لے آتا ہے تو ہم لوگ ڈر جاتا ہے مگر بھولا، جب کوئی غلطی ہم کرتا ہے تو ہمارا بیویوں کو طلاق کیوں ہو جاتا ہے خدا کا ہمارے بیویوں سے کیا کام ہے یہ نہیں کیا تو طلاق وہ نہیں کیا تو طلاق"

اب خان صاحب پریشان ہے اور چائے کی میز کے گرد بیٹھے سبھی لوگ جیسے بے ہوش ہو گئے۔

جنت

ایک روز خان صاحب سوچ میں غرقاب بیٹھے تھے 'چائے پڑے پڑے ٹھنڈی ہو
ری تھی کہ میں کافی ہاؤس پہنچ گیا
خان! کیا سوچ رہا ہے؟'

"میں یہ سوچتا ہے —————" خان صاحب نے جواب دیا ————— "جب ہمارا
کوئی کام نہیں ہوتا تو ہم اوپر بیٹھتا ہے اور چائے پیتا ہے 'اپنا سوچ سوچتا اور گپ
شپ مارتا ہے' وقت گزر جاتا ہے' اب نذیر بھائی بولتا ہے کہ یہ سولہ آنہ پکا بات ہے
کہ قرآن میں چائے کی بات نہیں' قرآن میں نہیں' تو جنت میں بھی نہیں' کیوں کہ جو
چیز جنت میں ہے وہ قرآن میں بھی ہے' جب ہم جنت میں جائے گا تو وہاں کام بھی
نہیں ہو گا' چائے بھی نہیں ہو گا' یار! ہم تو مر جائے گا"

کچھ دیر کے لئے میں وہاں سے اٹھا اور کام سے ایک دوست کے پاس چلا گیا'
نذیر اور شاکر بھی وہاں پہنچ گئے' واپسی پر میں نے خان کی تکلیف کا ذکر کیا اور جب ہم
کافی ہاؤس پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ خان صاحب مسکرا رہے ہیں 'بڑے خوش۔

"انتظام ہو گیا" انہوں نے دور سے کہا۔ "بہت چائے ملے گا' جتنا تم مانگتی ہے"
"کیا چائے! کونسی چائے" شاکر نے کہا

”جنت میں چائے“ خان صاحب نے کہا۔ یہ نذر بولتی ہے کہ چائے جنت میں نہیں ملے گا مگر ہم نے انتظام کر لیا، پائل فیسٹ کلاس“ خان صاحب بڑے خوش تھے۔

”واہ“ خان بتاؤ تو“

”دیکھو یار! ہم نے سوچا کہ دنیا میں کوئی ایک اچھا یہودی تو گذرا ہو گا۔ ایک یہودی تو جنت میں ہو گا اور جب دیکھے گا کہ سب لوگ چائے مانگتا ہے اور چائے جنت میں نہیں تو وہ ایک دم چائے کا دوکان کھول لے گا، کمال کی جگہ کا یہودی کو خوب پتہ ہوتا ہے۔“



”واہ خان بھائی! کمال کر دیا۔“ نذیر نے کہا۔ ”اب تو جنت میں جاؤ گے نا‘ خان“
 خان صاحب بولے۔ ”نہیں یار! ہم نہیں جاتا، جنت اچھی جگہ نہیں ہے۔“
 نذیر: ”توبہ کرو خان، جنت میں مزے ہوں گے، حوریں، شراب میوے، تخت،
 محل اور جوانی۔“

”مگر ایک برا کام ہے ادھر“ خان صاحب نے کہا۔ ”حورہ مورد سب ٹھیک ہے مگر
 ہم نہیں جائے گا، ملا کتا ہے ادھر خراب بات ہے۔“
 نذیر ”ارے پائی! جنت میں کوئی خراب بات نہیں ہو سکتی لاحول ولا قوۃ جنت اور
 خراب کام؟“

خان صاحب۔ ”تم کو معلوم نہیں، تمہارا ہندو ملا نہیں بتاتا، ہمارا ملا بھی آدھا
 بات بتاتا تھا اور آدھا اپنے منہ میں ادھر ادھر کر لیتا تھا، اگر یہ بات تم کو معلوم ہو گیا
 نذیر بھائی، تو تم بھی جنت میں نہیں جائے گا۔“
 ”ارے بھائی خان! تم مسلمان ہے کہ نہیں“ نذیر بھی ٹھک آ کر پٹھان اردو بولنے
 لگا۔

”خان صاحب! کیوں نہیں! ہاں، ہاں، ہم مسلمان ہے الحمد للہ، مگر یہ غیرت کا
 بات ہے اور بے غیرت آدمی کا ایمان نہیں ہوتا، بے ایمان آدمی خدا کا دشمن ہے۔“
 اس طرح انہوں نے فارمولا مکمل کر دیا۔

نذیر اور خان کے تعلقات خراب ہوتے دیکھ کر میں نے نرمی سے دریافت کیا
 --- ”ارے خان بھائی! ہمیں بھی تو بتلا دو۔“

”غلطان؟“ ”ارے بھائی، خدمت کرے گا“ شاکر صاحب نے ہیرے کی طرف
 دیکھتے ہوئے کہا۔

”خدمت کرے گا؟“ خان صاحب نے حقارت سے کہا۔ --- اتنا حوریں جو
 ادھر ادھر ہو گا کیا وہ خدمت نہیں کرے گا، اور ادھر خدمت کیا ہو گا، تم کہے گا روٹی،
 اور روٹی خود پیٹ میں چلا جائے گا جیسے سانپ سوراخ میں چلا جاتا ہے، غلطان کا ادھر کیا
 کام ہے۔“

میں نے کہا۔ ”خان دوست! ہمیں بھی سمجھاؤ“ خان صاحب نرمی کا بالکل مقابلہ
 نہیں کر سکتے وہ عقیدے کے کپے ہیں۔

”بات یہ ہے کہ ملا ہر وقت غلطان غلطان کرتا تھا اور ہمیں فکر پیدا ہو گیا، ہمارے

نہا دے گا۔

اس نے کہا ”دیکھ بیٹا! تم کو یاد ہو گا کہ کونسا اچھا کام کیا اور کونسا برا؟ تو تمہارے ساتھ حساب کتاب ہو گا۔ آرام اور تکلیف کا تمہارے ساتھ احساس ہو گا۔ جیسے خواب میں تمہاری حالت ہوتی ہے، اس طرح تمہیں سزا ملے گی اور انعام ملے گا۔ ان دونوں کے لئے انسانی وجود کی ضرورت نہیں، دونوں خیرِ مادی باتیں ہوں گی، میں نے پوچھا تو پھر یہ ہونٹ ہونٹ، ہاتھ پاؤں، کیا یہ سب کچھ نہیں ہو گا، نہیں، بالکل نہیں، ملانے کا، تو تمہاری حوری کو کیا کرے گا؟ شراب کیسے پئے گا؟ پٹاؤ کدھر جائے گا؟ وہ



بڑا پارسی ماری بولا مگر ہماری سمجھ میں کچھ نہ آیا جیسا ہم اب ہے اگر ویسا جنت میں
نہیں وہ کا تو ہم ہم جنت میں نہیں جائے گا تو پھر ٹھیک ہے مگر وہ بولا کہ عورت اور
مرا سب جنت میں جائے گا ہم نے کہا ہم ایسے جنت میں نہیں جائے گا۔

خان صاحب کا فیصلہ اہل تھا ان کی آنکھیں چمک اٹھیں

میں نے کہا! "کیوں نذر بھائی" خان کی بات تو معقول ہے"

نذر نے کہا۔ "اتنا بڑا مگر حائیس جتنا دکھائی دیتا ہے"

"مگر تم، تمہارا دادا کوئی نہ کوئی خراب بات کر دیتی ہے"

یہ کہہ کر خان صاحب نے چائے منگوائی۔

خان صاحب بولتے تو کوئی ٹایپ قسم کی اردو تھے مگر اپنے مخصوص چھائی لہجہ
میں 'اکھڑی' 'اکھڑی' جو دور سے سننے میں بالکل پشتو سنائی دیتی تھی 'ساری زبانوں کے
مخلقی ان کا نظریہ سیدھا سادا تھا، ایک کے اس پار کی سب زبانیں 'مجھ سے لے کر
ٹاپا تک' سب "ان کو منگو" اور وہ خیر کے اس پار سے افریقہ کے اس پار تک سب
زبانیں "پارسی ماری" تھیں۔

"انکو منگو" بولنے میں خان کو چند خاص روحانی تکلیفیں محسوس ہوتی تھیں مگر وہ
جواں مہدی سے اس کے صرف دعو کا مقابلہ کرتے اور اکثر فتح خان کی ہی ہوتی۔ اردو
بولنے سے تو خان صاحب صاف انکاری ہو گئے۔

"امارا دم گھوٹا ہے پار"

انہوں نے فیصلہ سنا دیا۔ وہ اس بے تکلفی سے اردو کے ساتھ مار کٹائی کرتے کہ
امارا دوست شاکر بے ساختہ او 'اوہ' کرتا جیسے کوئی انہیں بیدار رہا ہو۔ آخر انہوں
نے فیصلہ کر لیا کہ خان کی زبان کی قویٰ بہت اصلاح کی جانی چاہئے۔

بات شروع چائے سے ہوئی، خان صاحب، چائے بہت پیتے ہیں جب دیکھو، ان
کے سامنے دو ٹی پائٹ پڑے ہیں

"ایک ام تھکاؤٹ کے واسطے پیتا ہے اور دوسرا مزے کے واسطے" وہ سمجھا دیتا
ہے اور آپ کے لئے بھی پیالہ بھرتا ہے

"لو، پار! یہ مزے والا چائیک ہے"

آج شاکر صاحب نے کہا!

"ارے بھائی خان! تم چائے بہت پیتے ہو"



خاں نے جواب دیا "دیکھو" ہمارا ملا یو D ہے کہ ہمارے ملا کا اتنا بڑا گچڑی ہے کہ تمہاری پنجاب کے ایک ملا کا بھی نہیں وہ یو D ہے کہ خدا کے کتاب میں لکھا ہے کہ جتنا دفعہ تمہارا دل چاہے اس سے دو چتر دفعہ چائے پیو۔"

”ارے بھائی خان صاحب!“ شاکر صاحب نے تامل کیا

"یہ قرآن میں نہیں لکھا۔"

”تم نے دیکھا ہے؟“ خان نے پوچھا

”خود پر محاسبہ“ خان صاحب! سارا قرآن پڑھ لیتے ہیں اور کچھ کچھ سمجھ بھی لیتے

”اے! خان نے حیرت سے کہا۔ ”قرآن کو تم خود پڑھتا ہے تو تمہارا لگاؤ میں ملا کیا کرتا ہے؟“

پھر کچھ سوچ کر خان نے کہا۔ ”ملا قرآن نہیں پڑھتا تو پھر اس کا اور کیا کام ہے؟ اچھا“ ام سمجھ گیا“ وہ گیت بولتا ہے نور جہاں کی طرح“ اس میں چلک چلک بھی کرتا ہے۔ تم بڑا ہوشیار لوگ ہے“ قرآن خود پڑھتا ہے اور ملا کو چلک چلک سکھاتا ہے

”ارے بھائی! جو کچھ واہیات دل میں آئے“ کو“ مگر یہ چائے والی بات قرآن میں نہیں“

اب خان صاحب ہٹ دھرمی پر اتر آئے،

”اچھا! قرآن میں چائے کا بات نہیں، تمہارے قرآن میں نہیں ہو گا مگر ادھر ہمارے قرآن میں تو ہے۔“

اس پر شاکر نے کہا۔۔۔۔۔ ”خان! کچھ خدا کا خوف کرو“

”کیا ہمارا ملا جھوٹا ہے؟ اور اس کا پگڑی؟“ خان نے استفسار کیا

شاکر: پچری کا کیا تعلق ہے اس سے لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ تم مسلمان ہو؟

”الحمد للہ!“ خان نے جوش ایمانی سے جواب دیا

شاکن ”تو پھر ہم دونوں کا ایک ہی قرآن ہے اور وہ ایک ہی زبان‘ حق کی زبان
ہوئے۔“

خان نے حیرت سے اسے دیکھا اور کہا

”تم کا پر (کافر) ہے‘ خدا کے کلام کا زور نہیں مانتا‘ کیا خدا جس زبان میں چاہے‘

اس زبان میں بات نہیں کر سکتا؟“

خان نے پھر کچھ سوچ کر کہا: "اگر خدا پشتو میں بات نہیں کرتا تو ام پٹھان
مسلمان کیسے ہو گئے؟"

یہاں شاکر صاحب نے پھر سبق شروع کر دیا، خان نے کہا۔
"یار، اگر ام نے تم سے کوئی غلط بات کیا ہے تو تم سے معافی مانگتا ہے"
شاکر: اف، اف، ارے نہیں،

خان:۔۔۔۔۔ "کیا پیٹ میں درد ہے، ہمارے پاس ہماری مانی کا جلاب ہے ایک
خوراک کھلائے گا، آنکھوں میں روشنی آجائے گا۔"

"نہیں، بھائی خان، آپ کو کتنا چاہئے تھا۔۔۔۔۔" میں نے غلط بات کی، اور
"میں آپ سے معافی مانگتا ہوں" شاکر نے کہا۔۔۔۔۔ آپ ٹھیک سے اردو بولنے
کی کوشش کریں۔"

خان نے شکایت کی۔۔۔۔۔ کل تم نے کہا تھا "معافی عورت ہے جب ہم نے
بولا تھا ہم نے معافی مانگا، اب تم کہتا ہے معافی مرد ہے، معافی مانگتا ہوں بولو، اور یہ
بھی کہ بات عورت کا ہے۔"

شاکر صاحب نے تھکے تھکے لہجے میں کہا

"بھائی! ہاتھ مونٹ ہے اور بات مذکر ہے۔"

مونٹ! خان یہ لفظ سن کر خوش ہوئے۔۔۔۔۔ شاکر صاحب نے کہا۔۔۔۔۔

"مونٹ عورت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔"

"اچا! مونٹ عورت اور معافی نر ہے۔۔۔۔۔" خان نے حیران ہو کر پوچھا مگر

جب ہم کہتا ہے کہ معافی مانگا تو تم کہتا ہے معافی مانگی کو، یہ تمہارا کیسا زبان ہے؟

"نہیں خان۔۔۔۔۔" شاکر نے کہا۔۔۔۔۔ یہ کہنے سے بدلتا ہے۔ جس لفظ کا

زور زیادہ ہوتا ہے اس کا صیغہ بدل جاتا ہے۔ جیسے آپ نے معافی مانگی ہے اور میں

معافی مانگتا ہوں۔

خان کی آنکھیں غصے سے پھیل گئیں۔ "تم ہم کو گالی دیتا ہے ہمارے لئے مانگی

اور اپنے لئے مانگتا، کیا ہم نر نہیں ہیں؟" اب شاکر صاحب سوچ میں ڈوب گئے۔

خان صاحب نے بڑے رنج کے ساتھ معاملہ پر غور کیا اور پھر اپیل میں آسمان کی

طرف ہاتھ پھیلا دیئے

"یا خدا یا! یہ کیسا لوگ ہے، اپنے درمیان نر کو نہیں پہچانتا"

غنی خان ————— ہوا خزانہ

فنی خان بادشاہ ہمارے عظیم شاعروں میں سے ایک ہیں۔ بنیادی طور پر ان کی وجہ
 شہرت شاعری ہی ہے، مگر ان کی ادبی زندگی کا ایک دوسرا پہلو ان کا نثر نگار ہونا بھی ہے۔
 فنی خان کی ذات ایک ایسا چمپا ہوا خزانہ ہے جسے کسی نے کبھی ڈھونڈنے کی کوشش ہی
 نہیں کی۔ ہم مستقبل میں، اس خزانے کا بہت بڑا حصہ، "انشاء اللہ اپنے پاسٹورالوں تک
 پہنچائیں گے۔

فنی خان کا صحافت سے بھی تعلق رہا ہے۔ بہت روزہ، "پختون" میں "گڈے وڈے"
 کے عنوان سے شائع ہونے والا ان کا کالم "بست سے لوگوں کو اب بھی یاد ہے۔ یہ کالم
 بہت عرصہ تک پاکستان کی سے شائع ہوتا رہا۔

زیر نظر کتاب فنی خان کی مزاح نگاری کا ایک شاہکار ہے۔ ان کی حس مزاح کا
 رنگ، ان کی شاعری میں بھی نمایاں ہے۔ "پشمان" میں فنی خان نے مزاح کے نئے پہلو
 افکار کئے تھے لیکن "خان صاحب" مزاح نگاری کا ایک ایسا نمونہ ہے جسے قاری برسوں
 فراموش نہیں کر سکے گا اور جسے صرف فنی خان ہی لکھ سکتے تھے۔

منظفر شاہ آفریدی